# ابن انشاء کی شاعری: ایک مطالعہ

انور علی

**Abstract:**

Ibn Insha was born in district Jalandhar (east punjab)to a farmer family in 1927. His real name was Sher Muhammad . Since he was a Rajpoot , he came to be known as Sher Muhammad Khan . Ibn Insha has written many books . He was a great poet. He is a well known figure in humorion writer . His first poetry book which he wrote at the age of 28 , was in 1955 was highly appreciated in literary circles. Ibn Insha was writer of long poems, which are strewn with Hindi words. He was also a trvelor writer . He has also made mention of his travels in his poetry . In some of his Ghazals , there are no connotative , inellectual depth and psychologial delicious. However there is such niavity that has attracted the world towards his poetry . One show learn the art of making humor from Insha. There is humour in his poetry. He also a columnist . His columns were published in the daily "Anjaam" as "Baatain Insha ji ki" . His columns were also published in in the weekly "Akhbare -Khawateen" which won his name , and fame.He has prognanncy of sensibility . It is said that he has followed the great Mir Taqi Mir in his poetry . He is one of the front row Urdu writer and his contributions will always be remembered.

ابن انشاء اُردو ادب میں اپنے مقام اور متنوع زندگی کی وجہ سے اہمیت کے حامل ہیں۔ ابن انشاء اچھے اور سچے جذباتی شاعر تھے۔ ان کے عشق میں اثر تھا۔ آپ ایک اعلیٰ پائے کے شاعر، نثر نگار اور سفر نامہ نگار تھے۔ آپ کے سفر ناموں کو کافی شہرت ملی۔ اس کے علاوہ ابن انشاء ایک منجھے ہوئے کالم نویس بھی تھے۔ ابن انشاء ۱۵ جون ۱۹۲۷ء کو ضلع جالندھر میں کاشت کار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابن انشاء کا اپنا پیدائشی نام شیر محمد تھا۔ آپ کا تعلق

راجپوت خاندان سے تھا۔آپ مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر کے تحصیل پھلور کے سرسبز وشاداب علاقے سے تعلق رکھتے تھے ۔چودھری ہیرے خان کی ایک بیٹی اور دو بیٹے پیدا ہوئے ۔ان کی بیٹی بچپن میں وفات پا گئی تھی اور دو بیٹے لبھوخان اورمنشی خان ان کے جانشین رہ گئے ۔لبھوخان بڑے غصیلے آدمی تھے ۔آپ کے غصے کی وجہ سے گھر میں کوئی بلند آواز سے بات نہیں کرسکتا تھا۔چھوٹے بھائی منشی خان کا مزاج بڑے بھائی کے بالکل برعکس تھا۔منشی خان ایک معمولی کسان تھا اس کی تھوڑی سی زمین تھی اور مشکل سے گزارا ہوتا تھا۔انہوں نے پنجابی میں شعر کہنا شروع کیا ۔منشی خان کی شادی اپنی برادری میں چودھری فضل خان کی صاحب زادی مریم سے ہوئی ۔یہ لوگ بھی کاشت کاری کیا کرتے تھے ۔منشی خان کے تین بیٹے اورچار بیٹیاں پیدا ہوئیں ۔سب سے پہلے کا نام شیر محمد (ابن انشاء ) تھا۔ دوسرے کا نام سردار محمد اور تیسرے کا نام ریاض محمد تھا۔بیٹیوں کے نام عصمت آرا، نادرہ خاتون ،حمیدہ بانواور بلقیس تھیں ۔ابن انشاء اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”میرے بزرگ ایران یا توران سے نہیں آئے ہفت ہزاری بھی نہیں تھے ۔مغلوں سے کوئی قبالہ یا انگریزوں سے کوئی جاگیرنہیں پائی ۔گھرانے میں کوئی کسی فن کا جید عالم نہیں گزرا۔ اساتذہ بھی ماسٹر چمن سنگھ اور لالہ رام پرشادقسم کے تھے ۔درس گاہیں بھی معمولی پائیں“۔ (۱)

ابن انشاء کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری اسکول میں ہوئی ۔ان کے گھر کا ماحول تعلیم کے لیے سازگار نہیں تھا لیکن اس مشترکہ خاندانی نظام میں صرف ان کے والد منشی خان اپنے بچے کو پڑھانے کے لیے ہر ممکن سہولت مہیا کرتے تھے۔چودھری منشی خان نیم خواندہ تھے مگرانہیں پنجابی کے بہت سے اشعار یاد تھے اور پنجابی میں اشعار کہتے تھے ۔ابن انشاء تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے چھٹی جماعت کے امتحان میں سارے گاؤں میں اول آئے ۔مزید تعلیم کے لیے انہیں گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر اپرہ کے مڈل اسکول میں داخل کرایا گیا اوراس سلسلے میں ابن انشاء کو روزانہ اپرہ آنا جانا ہوتا تھا ۔اپرہ میں ابن انشاء نے آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور ورنیکلر مڈل کے امتحان میں ایک بار پھر علاقے بھر میں اول رہے ۔۱۹۳۹ء میں ابن انشاء نے گورنمنٹ ہائی اسکول لدھیانہ کی سینئر اسپیشل کلاس میں داخلہ لیااوراس اسکول میں آپ نے شعر گوئی کا باقاعدہ آغاز بھی کیا۔ان کی شادی عطا محمد خلجی پٹھان کی بیٹی عزیزہ بی بی سے ہوئی ۔ابن انشاء کے لیے یہ دن سوچ بچار کے تھے ان کو یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ مزید تعلیم حاصل کی جائے یا ملازمت اختیار کی جائے ۔اسی اثناء میں ابن انشاء ریڈیو پاکستان سے منسلک ہو گئے ۔ان کے بارے میں اے حمید یوں رقم طراز ہیں :

> ”ابن انشاء ”ریڈیو پر اپنا کام ختم کرکے گھر نہیں جاتے تھے ۔فراغت کے لمحے کبھی امروز کے دفتر میں ،کبھی سویرا اورادب لطیف کے دفاتر میں بسر کرتے یا اے حمید کے ساتھ شہر کی گلیوں میں مٹر گشت کرتے“۔(۲)

ابن انشاء کوستمبر ۱۹۶۱ء میں یورپ جانے کا موقع ملا ۔تقریب بیجئم میں دنیا بھر کے شاعروں کا ایک اجتماع ہوا تھا۔اس میں مغربی پاکستان سے ابن انشاء نے شرکت کی ۔اس کے بعد ابن انشاء پاکستان نیشنل کونسل

سنٹر کے مرکزی ڈائریکٹر مقرر ہوئے ۔یوں آپ یونیسکو کے مطالعاتی امور کے سلسلے میں پاکستان کی نمائندگی کرنے لگے ۔آپ یونیسکو کی طرف سے افغانستان ،سری لنکا ،انڈونیشیا اور فلپائن وغیرہ ممالک کے سفیر رہے ۔اس سلسلے میں آپ ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں جاپان گئے ۔ ۱۹۷۰ء میں برٹش کونسل کے وظیفے پر لندن اور ۱۹۷۱ء میں جرمنی بھی گئے ۔ ۱۹۶۶ء میں ادیبوں کے وفد کے ساتھ چین جانا ہوا ۔مئی ۱۹۶۶ء میں ٹوکیو گئے ۔یونیسکو کو ابن انشاء کی کارکردگی اس قدر پسند آ گئی تھی کہ وہ ان کے لیے نت نئے پروگرام ترتیب دیتے رہتے تھے اور ابن انشاء کو آمادہ پاتے ۔اس بارے میں ابن انشاء خود رقم طراز ہیں:

> ''سرشار کے سیلانی کو اور میرامن کے اس درویش کو فقط سبب کی حاجت ہے اور اشارے کی ضرورت ہے شوق کی کمی نہیں اور وحشت کا توڑا نہیں'' ۔(۳)

ابن انشاء اپنی پہلی بیوی سے الگ زندگی بسر کرتے تھے اس حالت میں تقریباً اٹھارہ سال کا عرصہ گزرا ۔اس لیے ابن انشاء کو دوسری شادی کے لیے آمادہ کرنے والی خاتون ان کے محسن دوست قدرت اللہ شہاب کی اہلیہ مرحومہ ڈاکٹر عفت بیگم تھیں ۔ان کی وساطت سے ابن انشاء کی دوسری شادی کوہستان مری کے علاقے میں ایک معزز کشمیری خاندان کی خاتون شکیلہ بیگم کے ساتھ ہوئی ۔ ۱۹۶۹ء میں ابن انشاء کی عمر تقریباً تینتالیس (۴۳) سال تھی اور ان کی اہلیہ کی عمر تقریباً چالیس سال تھی کہ آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے ۔ ۱۹۷۰ء میں ابن انشاء کی والدہ وفات پا گئیں ۔اس کے بعد انشاء جی کو گلے کی تکلیف ہونے لگی، حالاں کہ ابن انشاء گلے کا خاص کیال رکھا کرتے تھے ۔ابن انشاء کو بیں پچیس سال سے گلے کی شکایت تھی ۔آخر کار ۱۹۷۶ء میں گلے کی یہ تکلیف ان کے لیے فکرمندی کا باعث بن گئی ۔مرض کینسر تشخیص ہوا ۔اس کے کئی اپریشن ہوئے مگر کل نفس ذائقۃ الموت کے آگے تمام بے بس ہیں اور یہی حقیقت انشاء جی پر بھی کھل گئی تھی ۔قرۃ العین حیدر اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''انشاء کو معلوم ہوا تھا کہ وہ عنقریب جانے والے ہیں، سب کو معلوم ہو چکا تھا لیکن ان کی ہمت اور شگفتگی برقرار رہی ۔'' (۴)

آخر کار دسمبر ۱۹۷۷ء کا آخری ہفتہ انشاء جی پر نیم غنودگی کی حالت میں گزرا ۔۲ جنوری ۱۹۷۸ء کی درمیانی شب نیم بے ہوش ابن انشاء کو ایسا انجکشن لگایا گیا جو تاریخ میں انسانی وجود پر نئی آزمائش تھی ۔اس انجکشن کا لگانا ہی تھا کہ ابن انشاء نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کیں ۔ابن انشاء اُردو ادب میں کئی اصناف کے ماہر ہونے سے جانے جاتے ہیں ۔ان میں سفر نامے، شاعری اور طنز اہم ہیں ۔ابن انشاء کی شاعری میں جدت ہے اور اعلیٰ مقام کی حامل ہے ۔مانا ہوا شاعر وہ ہوتا ہے جو زندگی میں پیش آنے والے ہر واقعے کو اشعار میں بیان کر سکے ۔یہ حال ابن انشاء کا بھی ہے ۔ابن انشاء بہ یک وقت مزاح نگار، شاعر اور سفر نامہ نگار تھے ۔اس سلسلے میں انہوں نے بچوں کے لیے بھی کتابیں لکھیں ۔ابن انشاء کی کل ادبی زندگی میں شائع ہونے والی کتابوں پر ایک نظر ڈالیں ۔

۱۔ چاند نگر (پہلا شعری مجموعہ)　　۲۔ بلّو کا بستہ اور دوسری نظمیں

۳۔ اندھا کنواں اور ایڈگر ایلن پو کی کہانیوں کا ترجمہ

۴۔ مجبور۔یوجین چرخوف کے ناول سحر ہونے تک کا ترجمہ

| | |
|---|---|
| ۵۔ لاکھوں کا شہر | ۶۔ شہر پناہ |
| ۷۔ چینی نظمیں | ۸۔ اختر کی یاد |
| ۹۔ سائنس کی پھانس | ۱۰۔ وہ بیضوی تصویر |
| ۱۱۔ چہ دلاوراست دُزدے | ۱۲۔ عطرفروش دوشیزہ کے قتل کا معمہ |
| ۱۳۔ برف کی پوٹلی | ۱۴۔ چلتے ہوتو چین کو چلیے |
| ۱۵۔ قصہ ایک کنوارے کا | ۱۶۔ کارنامے نواب تمیں مارخاں کے |
| ۱۷۔ اُردو کی آخری کتاب | ۱۸۔ آوارا گرد کی ڈائری |
| ۱۹۔ دنیا گول ہے | ۲۰۔ ناروا ورنا رو کے دوست |
| ۲۱۔ شلجم کیسے اکھڑا | ۲۲۔ ابن بطوطہ کے تعاقب میں |
| ۲۳۔ یہ بچہ کس کا ہے | ۲۴۔ قصہ دم کٹے چوہے کا |
| ۲۵۔ میں دوڑتا ہی دوڑتا | ۲۶۔ اس بستی کے اک کوچے میں |

ابن انشاء جب بیمار پڑ گئے تو مختلف اسپتالوں میں زیر علاج رہے اور جب انشاء جی کا ذاتی احساس موت اس پر طاری تھا تو اس شخصیت کی تناظر میں آپ نے اڑتیس (۳۸) اشعار پر مشتمل نظم ''اب عمر کی نقدی ختم ہوئی'' لکھی جس کے کچھ یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

اب عمر کی نقدی ختم ہوئی — اب ہم کو ادھار کی حاجت ہے
ہے کوئی جو ساہو کار بنے ؟ — ہے کوئی جو دیون ہار بنے ؟
کچھ سال مہینے دن لوگو ! — پر سود بیاج کے بن لوگو!
ہاں اپنی جان کے خزانے سے — ہاں عمر کے توشہ خانے سے !
جب نام ادھار کا آیا ہے — کیوں سب نے سر جھکایا ہے؟
ہم مانگتے نہیں ہزار برس — دس پانچ برس دو چار برس!
آسان بنے دشوار بنے — پر کوئی تو دیون ہار بنے!
ہم بیٹھے ہیں کشکول لیے — سب عمر کی نقدی ختم کیے!

ابن انشاء خوش مزاج، شگفتہ نگار اور خوش طبع شخصیت کے حامل تھے۔ان کی گفتگو اورفن دونوں میں طنز کے تیراورمزاح کی شگفتگی دونوں کا خوب صورت امتزاج ملتا ہے۔ابن انشاء کی نثر میں جہاں مذکورہ خصوصیات ملتی ہیں وہاں ان کی شاعری میں سنجیدگی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ان کی شاعری میں ہندی الفاظ سے جہاں انہوں نے ترنم، غنایت اور مٹھاس پیدا کی ہے وہاں اس کے لہجے میں دردوغم اور کسک کے اثرات بھی نمایاں ہوگئیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی نثر اورشاعری کے بارے میں مزاحیہ انداز میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ

نثر میں جتنے ہنستے مسکراتے نظر آتے ہیں، اسی ہنسی کے پیچھے جو آنسو پوشیدہ ہیں وہی آنسو ان کی شاعری میں بہتے ہوئے نظر آتے ہیں: ابن انشاء خود فرماتے ہیں:

"میری شاعری کا دور پہلے آتا ہے، نثر کا بعد میں۔ شاعری میرے لیے محبت کا درجہ رکھتی ہے اور نثر شادی کا۔ اگر اس کے معنی غلط نہ لیے جائیں تو میں یہی کہوں گا"۔(۵)

ابن انشاء اپنے سفرناموں میں دنیا کا مشاہدہ کرتے ہوئے جگہ جگہ گھومنے کو بے تاب نظر نظر آتے ہیں تو شاعری میں بھی من کی دنیا کی بے قراری اور اضطراری کیفیت کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ وہ نثری تخلیقات میں ابن انشاء کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں جبکہ شاعری میں انشا جی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ نثر نگار ابن انشاء ابن بطوطہ کے روپ میں سامنے آتا ہے تو شاعر انشا جی جوگی کا لبادہ اُڑھ ہندی الفاظ کے میٹھے بول بولتا سنائی دیتا ہے۔ ان کی شاعری میں ہندی الفاظ و تراکیب نے اگر ایک طرف مٹھاس پیدا کی ہے تو دوسری طرف ان کی شاعری ان کی اضطراری اور سیمابی کیفیت کی بھی آئینہ دار ہے:

پیت کرنا تو ہم سے نبھانا سجن، ہم نے پہلے ہی دن کہا نا سجن
تم ہی مجبور ہو، ہم ہی مختار ہیں ، خیر مانا سجن یہ بھی نہ مانا
ہم جنگل کے جوگی ہم کو ایک جگہ آرام کہاں
آج یہاں کل اور نگر میں صبح کہاں اور شام کہاں
سانجھ سمے کچھ تارے نکلے پل بھر چمکے ڈوب گئے
انبر انبر ڈھونڈ رہا ہے اب انہیں ماہِ تمام کہاں

ابن انشاء کو ہندی کے ساتھ ساتھ فارسی شعر و ادب سے بھی بے پناہ لگاؤ تھا۔ انہوں نے جہاں اپنے سفرنامے میں ایران کی سیاحت کے دوران ایران کے مختلف مقدس اور تاریخی مقامات سے محبت کا اظہار کیا اور سعدی سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے وہاں دس گیارہ برس کی عمر میں انہوں نے فارسی زبان و ادب کی تعریف یوں کی ہے:

فارسی کی خوبیاں میں آج کرتا ہوں بیاں
کان دے کے سننا اس کو سناؤں مہرباں
گلستان و بوستان و پند نامہ سعدیؔ
یا کبھی دیکھا بھی ہو گا، تم نے حافظ کا دیواں

ابن انشاء کو اگر اپنے عہد کا انشاء اللہ خان انشاء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ انشا ہی کی طرح ذہین و فطین اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انہیں بیک وقت نظم و نثر پر عبور حاصل تھا۔ جس طرح انشا نے کسی ایک صنف کی طرف بھرپور توجہ نہ دی ورنہ وہ اسی فن میں تمام ادیبوں اور شاعروں کو پیچھے چھوڑ دیتے اسی طرح اگر انشا جی بھی کسی ایک صنف کو بھرپور توجہ دیتے تو شاید وہ یکتائے روزگار ادیب ہوتے۔ پھر بھی انہوں نے اردو ادب کو وہ کچھ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ اردو ادب میں لازوال مقام حاصل کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر سید ابو الخیر کشفی اپنے ایک مضمون

میں ابن انشا کی شاعری کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جدید تر نسل میں اچھے شاعر بھی ہیں اور باشعور بھی ،لیکن ایسے شاعر بہت کم ہیں جن کی شاعری ایک فضا رکھتی ہے ، جنہوں نے اُردو شاعری کوئی اضافہ کیا ہے، ابن انشاء ایسے ہی شاعروں میں سے ایک ہے،اس کی طویل نظمیں اُردو شاعری کا نیا باب ہیں''۔ (٦)

ابن انشاء کے پہلے شعری مجموعے میں بالترتیب سب سے پہلے مختصر نظمیں پھر غزلیں اور آخری حصہ میں طویل نظمیں شامل ہیں ۔اپنے دوسرے مجموعے میں بھی انہوں نے اپنے اولین کلام کا یہی انداز بحال رکھا ہوا ہے ۔اسی طرح ان کی شاعری کا رنگ بھی اسی انداز سے ان کے دوسرے مجموعے میں موجود ہے۔ان کے دوسرے مجموعے میں بھی جہاں ہندی لب و لہجے کا اثر نمایاں ہے بلکہ بعد کی شاعری میں انشا کی بے قراری اور غم واندوہ میں اور بھی اضافہ دکھائی دیتا ہے ۔وہ تنہائی کے کرب میں سے گزر رہا ہے۔محبت سے محرومی اور بیوی سے ناچاقی نے ان کے اندر تنہائی کا شدید احساس پیدا کر دیا تھا۔تنہائی کے کرب کو وہ ایک نظم میں یوں بیان کرتے ہیں:

انشاء جی بہت دن بیت چکے
تم تنہا تھے،تم تنہا ہو
یہ جوگ بجوگ تو ٹھیک نہیں
یہ روگ کسی کا اچھا ہو؟
کیا اور کبھی چونچال یہاں؟
کیا ایک تمہی پاں دکھیا ہو؟
کیا ایک تمہی پر دھوپ کڑی
جب سب پر سکھ کا سایہ ہو!
ہم جب دیکھیں بہروپ نیا
ہم کیا جانیں تم کیا کیسا ہوا!

ابن انشاء ایک حساس شاعر تھے ۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں نہ صرف ذاتی غم والم کا بیان موجود ہے بلکہ انہوں نے دوسروں کے دکھ درد کو بھی اپنے اندر جذب کر لیا تھا ۔ان کی شاعری میں دوسروں کا درد بھی اسی انداز سے ملتا ہے جس طرح کہ اس کا ذاتی دکھ ہو۔۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے اختتام پر ادیبوں ،شاعروں اور صحافیوں کے ایک گروپ کے ساتھ ابن انشاء معروف بی آر بی نہر کے کنارے واقع ایک سرحدی گاؤں دیکھنے گئے تھے جو بھارتی افواج کی گولی باری کی زد میں آکر ان کی بربریت کا منہ بولتا ثبوت بن چکا تھا،ابن انشاء اس گاؤں کے دیکھنے پر یوں نوحہ کناں ہیں:

ہاں دیکھا کل ہم نے اس کو ، دیکھنے کا جسے ارماں تھا
وہ جو اپنے شہر ۹ سے آگے ،قریہ ٔ باغ و بہاراں تھا

سوچ رہا ہوں جنگ سے پہلے ،جھلسی سی اس بستی میں
کیسا کیسا گھر کا مالک ، کیسا کیسا مہماں تھا !
سب گلیوں میں ترنجن تھے اور ہر ترنجن میں سکھیاں تھیں
سب کے جی میں آنے والی کل کا شوق فراواں تھا

ابن انشاء نہ صرف اپنے خطے کے مختلف جگہوں کے سیر و سیاحت کر چکے تھے بل کہ انہیں دوسرے ممالک کی گلیوں اور کوچوں میں بھی گھومنے پھرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ جہاں گئے وہاں کا خوب مشاہدہ کیا، دوسروں کو خوش ہوتے دیکھ کر خود بھی مسرور ہوئے لیکن جہاں کسی کو ظلم وجبر کا نشانہ بنتے دیکھا تو خود بھی دکھی اور پریشان ہو گئے ۔وہ انسان دوست آدمی تھے اس لیے کسی کو بھی مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے تھے ۔یہی وجہ ہے کہ نثر نگار ابن انشا جب شاعر انشا جی کے روپ میں اپنے سفر کے روداد بیان کرتے ہیں تو اس کا انداز ہی بدل جاتا ہے:

دکھن میں وہ استوا کی دھرتی — میلا سا ملاحتوں کا لنکا
پچھم میں دکھائے وحشیوں نے — لندن ہو کہ ہیگ ہو کہ روما
گھوما کیے باغ و راغ شیراز — کاخ وکوئے اصفہان و جلفہ
راتیں وہ کنارِ کیسپین کی — وہ جن کا عجیب سا قصہ ہے

انشاء جی میں احساس کی شدت تھی اس لیے ان کی شاعری میں تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ۔احساس کی شدت اور جذبے کی سچائی کی وجہ سے انشاء کی شاعری میں میر تقی میرؔ جیسی خاصیت درآئی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ رنگِ میرؔ سے معمور مخصوص مترنم بحریں ان کی شاعری میں جادو جگاتی ہیں ۔چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا ترا کچھ نے کہا یہ چاند ہے، کچھ نے کہا چہرہ ترا

رات کے خواب سنائیں کس کو رات کے خواب سہانے تھے
دھندلے دھندلے چہرے تھے ، پر سب جانے پہچانے تھے

انشاء جی اُٹھو اب کوچ کرو ، اس شہر میں جی کا لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب، جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا

جب دہر کے غم سے اماں نہ ملی ،ہم لوگوں نے عشق ایجاد کیا
کبھی شہر بتاں میں خراب پھرے ، کبھی دشتِ جنوں آباد کیا

اس شام میں وہ رخصت کا سماں یاد رہے گا
وہ شہر ، وہ کوچہ، وہ مکاں یاد رہے گا

انشاء کو غموں کے ڈھیر نے گھیر رکھا تھا۔ان کی شاعری سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کا دل غموں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔وہ خوش مزاج مگر غم پسند آدمی تھے۔ان کی شاعری سے اندازہ ہوتا ہے کہ دکھ درد کے بغیر ان کا گزارا نہیں ہوتا تھا۔ابن انشاء رنگِ میرؔ اپنانے کی خواہش رکھتے تھے پھر بھی میرؔ نہ بن سکے کیونکہ ابن انشا کی تقدیر میں انشا جی

بنا تھا۔ وہ لب و لہجے اور منفرد اسلوب کے مالک ہیں، جو نہ صرف میؔر سے بلکہ دوسرے شعرا سے بھی مختلف ہے۔ اسلوب کی اسی انفرادیت نے انشا کی شاعری کو چیزیں دیگرے بنایا۔ البتہ غم کے اظہار کا جو سلیقہ میؔر کو عطا کیا گیا تھا انشاء نے اسے حسرت کی نظروں سے ضرور دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے غم کو شاعری کے ذریعے بیان کر کے بھی مطمئن نہیں رہے اور دیوان میر کو پڑھ کر اپنی غم، دکھ درد اور کرب کا تسکین کرتے رہے۔ اسی صورت حال کے پیشِ نظر ابن انشاء نے اپنی شاعری میں میؔر سے ارادت کا اظہار بڑی فراوانی سے کیا ہے:

اللہ کرے میؔر کا جنت میں مکان ہو
مرحوم نے ہر بات ہماری بیاں کی
پڑھتے ہیں شب و روز اسے شخص کی غزلیں
غزلیں کہ حکایت ہیں ہم دل زدگاں کی
اک بات کہیں گے انشاء جی تمہیں ریختہ کہتے عمر ہوئی
تم ایک جہاں کا علم پڑھے، کوئی میر سا شعر کہا تم نے؟
دل پہ جو بیتے سہہ لیتے ہیں، اپنی زباں میں کہہ لیتے ہیں
انشاء جی ہم لوگ کہاں اور میؔر کا رنگ کلام کہاں!

ابن انشاء کی بعض غزلوں میں کوئی گہری معنویت یا فکری گہرائی نہیں، نہ کوئی نفسیاتی باریکیاں بیان کی گئی ہیں لیکن اس میں موجود معصومیت اور بھول پن کی کیفیت نے ایک دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ ابن انشاء نے چینی نظموں کا ترجمہ بھی کیا۔ انہوں نے جن نظموں کو اردو ترجمے کے لیے منتخب کیں، ان سے بھی انشاء کی غم پرستی، تنہائی اور درد و کرب کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو:

جب رات اُترتی ہے جگ میں
میں چاند کو گیت سناتا ہوں

(ہان شان)

پربت کی سب سے اُونچی چوٹی پر بیٹھا
میں دیکھ رہا ہوں دُور تلک بڑی دُور تلک
میں تنہا ہوں اور یہ بھی کسی کو علم کہاں
میں اس پربت پر ڈیرے ڈالے بیٹھا ہوں
جو ہڑ کے ٹھنڈے پانی کے آئینے میں
اک تنہا چاند کا چہرہ چھب دکھلاتا ہے!
یہ جوہڑ کا یہ چاند تو اصلی چاند نہیں
اک چاند ہے سو وہ اُوپر اُونچے امبر پر!!

(ہان شان)

دوسری نظم میں جگنو سے

اے جگنو جا!
اور نیل گگن کو جا کے بنا کہیں اپنا وطن
چاند کے پاس پہنچ کے چمکتا تارا بن!

(لی پو)

ہان شان آٹھویں نویں صدی کا ایک چینی شاعر ہے۔ وہ پہلے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کرتا تھا۔ پھر ان سے لڑائی ہوئی اور وہ اپنی بیوی اور خاندان کو تج کر جہاں تہاں بھٹکتا پھرا۔ آخر تارک الدنیا ہو کر ہان شان بہ معنی (ٹھنڈا پربت) پر ڈیرے ڈال دیے اور خود بھی اس نام سے مشہور ہوا۔ ابن انشاء نے اگرچہ جوگی بن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تھی لیکن وہ من کی دنیا کا جوگی ضرور تھا۔ ان کا جسم دنیاوی امور میں عملی طور پر شریک رہا لیکن ان کے دل ودماغ کسی اور دنیا کے متلاشی رہے۔ ہان شان سے دل چسپی بھی انشاء کی اسی فطری قربت کا نتیجہ تھا۔ ہان شان کی اسی کیفیت کی عکاس ایک نظم کا ترجمہ ابن انشاء نے یوں کیا ہے:

میں ٹھنڈے پربت کا راہی
اس راہ کا کٹنا سہل نہیں
یہ وادی کتنی لمبی ہے
یہ رستہ کتنا چٹیل ہے
یہ ندی کتنی چوڑی ہے
یہ جھاڑیاں الجھی الجھی ہیں

ابن انشاء قیام پاکستان سے قبل آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء میں آزادی ملنے کے بعد انہوں نے بھارت کی بجائے پاکستان کو اپنا مسکن بنایا۔ اس وقت ان کی عمر صرف بیس برس تھی۔ انہیں وطن چھوڑنے کا بھی دکھ تھا اور اس احساس نے ان کے اندر کا جوگ پن اور بھی پختہ کر دیا۔ وطن سے ہجرت، محبت سے ہجرت، اپنوں سے دوری اور اسی قسم کی دوسری ہجرتوں اور دوریوں نے انشاء کو دنیا کی حقیقت اور تلخیوں سے آشنا کیا۔ انہیں ہر رشتے، ہر تعلق اور ہر چیز میں ہجرت اور بے ثباتی کی جھلک نظر آئی۔ یہ تصور اس کے ذہن پر اتنا حاوی رہا کہ وہ دنیا کو اپنا کر بھی دنیا سے دور رہے۔ وہ دنیاوی مناصبوں کی بیڑیوں کو کاٹ نہ سکے ورنہ وہ جوگی بن کر جنگلوں اور بیابانوں کا رخ کرتے۔ پاکستان بننے سے ایک ہفتہ پہلے جب ابن انشاء سرائے چھوڑ کر انبالہ جا چکے تھے تو وہاں آپ نے جو نظم لکھی تھی اس سے اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھا جا سکتا ہے:

یہ سرائے ہے یہاں کس کا ٹھکانا ڈھونڈو
یہاں تو آتے ہیں مسافر سو چلے جاتے ہیں

ہاں یہی نام تھا کچھ ایسا ہی چہرہ مہرہ
یاد پڑتا ہے کہ آیا تھا مسافر کوئی
سونے آنگن میں پھرا کرتا تھا تنہا تنہا!!
کتنی گہری تھی نگاہوں کی اداسی اس کی
لوگ کہتے تھے کہ ہوگا کوئی آسیب زدہ
ہم نے ایسی بھی کوئی بات نہ اس میں دیکھی
اک دن صبح جو دیکھا تو سرائے میں نہ تھا
جانے کس دیس گیا وہ دِوانہ ڈھونڈو!
ہاں تو آیا جو مسافر یوں ہی شب بھر ٹھہرا
یہ سرائے ہے۔ یہاں کس کا ٹھکانا ڈھونڈو (۷)

ابن انشاء کی شہرت کا اصل میدان اگرچہ ان کا زندہ و تابندہ نثر اور ان کا وہ اسلوب ہے جس کے متعلق مشتاق احمد یوسفی نے کہا تھا کہ

لیکن انشاجی شاعری کے بحر زخار کے بھی شناور ہیں۔انشاء کو اللہ تعالی نے بچپن ہی سے شاعرانہ مزاج عطا کیا تھا۔ان کی ابتدائی شاعری ان کے خطوط میں بھی جا بجا دیکھے جا سکتے ہیں۔مثلاً ۱۰راپریل ۱۹۴۲ء کو پندرہ سال کی عمر میں وہ ایک خط میں اپنی شاعرانہ فطرت کا مظاہرہ کچھ یوں کرتے ہیں:

عادت تو نہ تھی میری لیکن میں اب اٹھتا ہوں
جب صبح کی آمد کی دیتا نوید اختر
خط آئے گا آج ان کا میں سوچنے لگتا ہوں
یا بھول گئے مجھ کو ڈاؔر اور حمید اختر

اسی طرح اپنے دوست خلیل الرحمان اعظمی کے نام وہ خط لکھتے ہیں۔اسی خط میں وہ نثری گلکاری کے ساتھ ساتھ شاعرانہ انداز میں اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

اب ہم کو اجازت کہ وقت ہمارا — محفل سے کریں اہل محبت تو کنارا
اس گھر کے الٰہی در و دیوار سلامت — اس گھر میں کیا بتیس برس ہم نے گزارا
انشاء کو مری جان بہت یاد کروگی — جاتا ہے فقط دل میں لیے داغ تمہارا!!

الغرض ابن انشاء کی جاندار اور شاندار نثر کو دیکھ کر ان کو بنیادی طور پر نثر نگار تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں شعرا کے صف میں سے خارج کیا جائے۔ یہ تو انشاء کی ہمہ گیر شخصیت ہے کہ انہوں نے نظم ونثر دونوں میدانوں میں اپنے فن کا لوہا منوایا اور دونوں میدانوں میں ان کو سرخروئی حاصل ہوگئی۔ابن انشاء کی ایک ہی غزل کو اتنی مقبولیت مل گئی کہ اب لوگ صرف اسی غزل یعنی ''انشاجی اُٹھو اب کوچ کرو'' کا ورد تو کرتے ہیں لیکن ان کے

کلام کو دیکھنے کی زحمت نہیں کرتے کہ ان کے کلام میں اس سے بڑھ کر بھی اچھی غزلیں اور نظمیں موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انشاء کے کلام کی اہمیت اُجاگر کی جائے، تا کہ وہ ''انشا جی اُٹھو'' سے آگے بڑھ کر انشاء کی شاعری سے کوچ نہ کر جائیں بل کہ انشاء کی شاعری کی طرف کوچ کرے۔

---

**حوالہ جات:**


(۱) ابن انشاء کے چھوٹے بھائی محمود ریاض سے انٹرویو، بحوالہ ڈاکٹر ریاض احمد ریاض، **ابن انشاء احوال و آثار**، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ص، ۲۷

(۲) ابن انشاء، **یادیں باتیں، اے حمید** (پہلی اشاعت)، لاہور: اکیڈمی سرکلر روڈ، ۱۹۸۰ء ص ۲۰۲

(۳) ابن انشاء، **ابن بطوطہ کے تعاقب میں**، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۷۴ء، ص ۱۰

(۴) قرۃ العین حیدر، ''چاند نگر کا جوگی''، مشمولہ **پکچر گیلری**، ص ۵۵

(۵) ابن انشاء، انٹرویو ۱۲ ار ستمبر ۱۹۷۷ء، لندن میں یوسف کامران مرحوم اور مصلح الدین نے ریکارڈ کیا، ماہ نامہ **ماہِ نو**، لاہور: جلد ۳۱ شمارہ نمبر ۳، فروری ۱۹۷۸ء، ص ۵۷

(۶) ابو الخیر کشفی، ڈاکٹر، ''مختصر جائزہ''، روزنامہ **جنگ**، کراچی: ۱۱ جنوری، ۱۹۸۰ء

(۷) ابن انشاء، **چاند نگر**، طبع پنجم، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۵۵ء، ص ۲۵